

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مدعی کی صداقت کو پرکھنے کیلئے حضرت مرزا صاحب کا بیان فرمودہ معیار

اے افرادِ جماعتِ احمدیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت بائے سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ابن مریم ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔ آپ کے اس دعویٰ کے بعد آپ کے مریدوں میں کافی ہلچل مچ گئی۔ آپ کے ایک نہایت مخلص مرید حضرت نواب محمد علی خاں صاحب جنہیں بعد ازاں حضور کی دامادی کا شرف بھی نصیب ہوانے ایک خط بغرضِ راہنمائی آپ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے اپنے اس مخلص مرید کو جواباً ایک خط لکھا اور اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی کہ جب کوئی مدعی ظاہر ہو تو لوگوں کو اس دعویٰ کی صداقت کو کس طرح پرکھنا چاہیے۔ حضرت مرزا غلام احمد ہم سب احمدیوں کے آقا ہیں اور اگر کسی معاملہ میں آپ کی راہنمائی موجود ہو تو اسکی پیروی کرنا ہم سب کیلئے باعثِ افتخار ہوگا۔ خاکسار کا دعویٰ صرف اور صرف غلام مسیح الزماں ہونے کا ہے۔ میں افرادِ جماعت سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے خود ساختہ معیاروں کی بجائے حضرت مرزا صاحب کے بیان فرمودہ معیار کی روشنی میں آپ کے موعود کی غلام کی صداقت کو بھی پرکھ لیں۔ ہو سکتا ہے ہر احمدی کے پاس حضرت مہدی و مسیح موعود کی کتاب ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ نہ ہو لہذا خاکسار ذیل میں حضور کی کتاب ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ میں سے (صفحہ ۳۲۶ تا ۳۵۷) حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کا خط اور حضور کا جوابی خط درج کر رہا ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر احمدی تعصب سے پاک ہو کر تقویٰ کیساتھ ان صفحات کو پڑھ کر ان سے بھرپور استفادہ کرے گا آمین۔ حضرت مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:-

”اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔ اس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسے یہ نہیں چاہیے کہ سنتے ہی اسکی مخالفت کیلئے تیار ہو جاوے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۱ تا ۲۲)

خاکسار

عبدالغفار جنبہ

۵۔ جولائی ۲۰۰۸ء

پھر سکتا کیا یہ پیشگوئی جو پوری ہو گئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جسکی خدا تعالیٰ کو کچھ بھی خبر نہیں کیا بغیر اسکے علم اور ارادہ کے ایک درجہ کی تائید میں خود بخود یہ پیشگوئی وقوع میں آگئی کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کا ذب کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی تورات کی۔ اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور تقویٰ کا کچھ ذرہ ہے تو اب زبان کو بند کر لیں خدا تعالیٰ کا غضب آپکے غضب سے بہت بڑا ہے۔
 مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنَّكُمْ لَشَاكِرُونَ - وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ
 وَمَا اسْتَكْبَرُوا مَا ابَىٰ -

عاجز غلام احمد عفی اللہ عنہ

ذیل میں ہم خط محبتی نواب سرسبز محمد علیخان صاحب کا لکھتے ہیں یہ خط نواب صاحب موصوفوں نے کسی اور طالب حق کی تمہاریسے لکھا ہے۔
 ورنہ خود نواب صاحب اس عاجز سے ایک خاص تعلق اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ کے حامی بدل و جان ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طیب رومانی مکرم معظم سلمہ اللہ تعالیٰ
 السلام علیکم - بندہ بر سبب علالت طبع کے جواب سے قاصر رہا۔ الحمد للہ کہ اب تیرے بیٹے ہوں امید ہے کہ جناب بھی خیریت سے ہونگے۔ روپیہ ہمدست مرزا خدابخش صاحب ارسال کیا گیا ہے امید کہ مرزا صاحب نے آپ سے کل حال بیان کر دیا ہوگا۔

جب سے کہ دعویٰ امثال مسیح کی اشاعت ہوئی ہے ہر ایک آدمی ایک عجیب خطبہ میں ہو رہا ہے جو بعض خواص کی یہ حالت ہو کہ ان کو کوئی شک پیدا نہ ہوا ہو۔ بندہ

بیسویں سے شش و پنج میں ہے کبھی آپ کا دعویٰ ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور کبھی تذبذب کی حالت ہو جاتی ہے۔ گویا قبض اور بسط کی سی کیفیت ہے۔ اب قابل قیل بہت ہو چکی۔ اپنی تو اس سے اطمینان نہیں ہوتی۔ کیونکہ مخالف اور موافق باتوں نے ذل کی عجب کیفیت کر دی ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسلام کے سچے ہونے میں شبہ ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک طرت خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اس کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ حیرانی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ گو کسی نے استخارہ نہ کیا ہو لیکن سینکڑوں آدمی دل و جان سے کوشاں ہیں کہ ہم کو سیدھا راستہ معلوم ہو جاوے اور سچائی ظاہر ہو۔

اب مندرجہ ذیل امور ات ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جس سے اب صداقت ظاہر ہو۔

اول اب کوئی عذر اس قسم کا نہیں رہا کہ اب مباہلہ کے لئے مخالفوں کو نہ بلایا جاوے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے مولوی عبدالحق کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ جب تک مباحثہ ہو کر طلب مباہلہ نہ ہو مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اختلاف اجتہادی ہے۔ لیکن اب یہ بات نہیں رہی بلکہ مخالفت بہت ہو گئی ہے اور تحت قائم ہو چکی۔ اب آپ کو مخالفوں سے مباہلہ کرنا چاہیے اور توجہ کر کے خداوند تعالیٰ سے اس بات کی اجازت چاہنی چاہیے کہ مباہلہ کیا جاوے۔ اور اس مباہلہ کا اثر قریب زمانہ میں ہو جو ماہ دو ماہ سے زائد نہ ہو کہ لوگ میعاد بعید سے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ مباہلہ سے جو لوگ نہ ماننے والے ہیں۔ نہیں

نمائیں گے۔ اس میں یہ عرض ہے کہ جو نہ ماننے والے ہیں وہ نہ مانیں لیکن وہ لوگ جو
نزدک ہیں وہ ضرور مان جائیں گے۔ اور ایک یہ بڑا بھاری فائدہ ہے کہ مبالغین کا
ایمان قوی ہو جائیگا۔ بہر حال اب مبالغہ لازمی ہے۔

دوم نشان آسمانی میں جو جناب نے استخارہ کی بابت تحریر فرمایا ہے کہ بغض اور
محبت سے پاک ہو کہ اس صورت میں شیطان دخل دیتا ہو اور پھر خیال کے بموجب
القاء ہوتا ہے پس ان دونوں باتوں سے بری ہو کر عمل کرنا چاہیے۔ اب اس امر میں
بڑی مشکل پیش آگئی۔ اول بات تو آدمی مخالف ہوگا یا موافق۔ پس جو جناب اس تحریر
کے موافقوں کو موافق اور مخالفوں کو مخالف القاء ہوگا۔ پس قوت متعینہ پر سارا
مدار رہا۔ دوم انسان کا خاصہ ہے کہ جس بات سے روکا جاوے اس کی طرف جسمانی طور
سے مائل ہوگا۔ پس اگر آپ یہ بات ظاہر نہ کرتے تو شاید ایسا خیال بھی نہ ہوتا لیکن
جب ظاہر کیا گیا تو ضرور کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوگا اور قوت متعینہ رنگ دکھاوے گی۔
سوم جب کہ یہ استخارہ اصل میں مخالفوں کے لئے ہے اور مخالفوں کو اپنی مخالفت کے
سبب سے مخالف القاء ہوا تو پھر محبت کس طرح قائم ہوئی۔ لہذا ہر طرف القاء شیطان کی
گنجائش ہے۔ اب ان تینوں صورتوں کے سبب سے بڑی مشکل پیش آئی استخارہ
کس طرح کیا جاوے جب کہ ہر صورت میں القاء شیطان کا ہونا ممکن ہے۔ اور
بغض و محبت سے پاک ہونا مشکل تو کام کس طرح چلے۔ پس اسکے لئے بھی برائے خدا توجہ
فرما کر دعا فرمائیں کہ استخارہ القاء شیطان سے پاک ہو۔ جو کوئی استخارہ کرے
خواہ موافق ہو یا مخالف سب پر یکساں طور سے اصلی حقیقت کھل جائے۔ اور
اس میں شیطان کا دخل جاتا رہے۔ چونکہ یہ اہم امر ہے اس لئے شیطان سے

بچنے کے لئے خدا سے مدد مانگنی لازمی ہے اور تعجب ہے کہ کار رحمانی پر شیطان غالب ہو۔
اگر خداوند تعالیٰ ہماری مدد نہ کرے گا اور ہم کو القاء شیطان سے نہ بچائے گا تو ہم
بجائے کس طرح پر پائیں گے۔ پس بلا امداد رحمانی کوئی امر نہیں ہو سکتا اس لئے
التمنا ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ اس استخارہ میں شیطان کا دخل نہ رہے۔ اور اگر
استخارہ دیا جاوے۔ اور براہ مہربانی دس پندرہ روز میں توجہ فرما کر اجازت طلب
فرمائیں بندہ بھی استخارہ کے لئے تیار ہے جس وقت جناب کو ان تینوں امور کی
بابت القاء ہو جائیگا کہ یہ استخارہ القاء شیطان سے مبرا ہے اور اس کا اثر مخالف
اور موافق پر یکساں ہوگا اس وقت بندہ استخارہ کر لیا اور زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک
انتظار جواب باصواب رہیگا۔ جواب سے مراد جواب نیا ز نامہ ہذا نہیں بلکہ جو امر
استخارہ کی بابت آپ کو بعد توجہ و دعا معلوم ہو۔

صوم۔ کوئی امر خارق عادت ہونا چاہیے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو۔
ان تینوں امور کی بابت میں نہایت ادب سے طبعی ہوں کہ اسکی بابت برائے خدا
توجہ فرمائیں کیونکہ قائل قبیل بہت ہو چکی ہے اور اس سے شبہات دن بدن بڑھتے
جاتے ہیں۔ اب استدلال ہو چکا۔ اب دوسری طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

پائے استغلا لیاں چوین بود پائے چوین سخت بے تمکین بود
گر با استدلال کار دین بدے فخر رازی راز دار دین بدے
اور میں نہایت عجز سے جناب کو اسی ذات واحد کی قسم دیکر کہتا ہوں جس نے کہ آپ کو اور
مجھ کو پیدا کیا اور کل عالم کو پیدا کیا کہ ان تینوں امور منذرہ بالا کے لئے توجہ کر کے دعا
فرمائیں۔ اور دعا میں یہ بھی درخواست ہو کہ مبعاد زمانہ قریب ہو نہ بعید

چونکہ طرفین میں رشتہ نازک ہے اور دینی کام ہے۔ اس تحریر کو گستاخانہ تصور نہ فرمائیں بلکہ مستفیضانہ۔ چونکہ میں آپ کی بیعت میں ہوں اس لئے اطمینان قلب کے لئے تکلیف دی گئی۔

ایک اور بات یاد آئی کہ اب تحریر کا اعتبار ساقط ہو گیا۔ کیونکہ جو جناب کے معتقد ہیں وہ آپ کی تحریر کا اعتبار کریں گے اور جو مخالف ہیں وہ مخالفوں کا اعتبار کریں گے بیچ میں پس گئے وہ لوگ جو دونوں تحریروں کو منصفانہ طور پر دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ان کو کسی کا بھی اعتبار نہ رہا۔ کیونکہ ان کو نہ کوئی خاص تعلق و صحبت آپ سے اور نہ مخالفوں سے۔ ان کو تو ہر وقت ابتلا رہے گا۔

اس خط کو کم سے کم تین مرتبہ غور سے پڑھیں یہ خط اگرچہ بظاہر آپ کے نام ہے لیکن اسکی بہت سی عبارتیں دوسروں کے ادھام دور کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں گو بظاہر آپ ہی مخاطب ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَهِدَاكَ وَتَضَلَّلْنَا

مجھے و عزیز می انھوں نے اب محمد علی خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک ہفتہ سے بلکہ عشرہ سے زیادہ گزر گیا کہ آل محبت کا محبت نامہ پہنچا تھا۔ چونکہ اس میں امور مستفسرہ بہت تھے اور مجھے ببا عمت تالیف کتاب آئینہ کمالات اسلام بغایت درجہ کمی فرصت تھی کیونکہ ہر روز مضمون طیار کر کے دیا جاتا ہے۔ اسلئے میں جواب لکھنے سے معذور رہا اور آپ کی طرف سے تقاضا بھی نہیں تھا۔ آج مجھے خیال آیا کہ چونکہ آپ ایک خالص محبت ہیں اور آپ کا استفسار سراسر نیک ارادہ اور نیک نیت پر مبنی ہے اسلئے بعض امور سے آپ کو آگاہ کرنا اور آپ کے لئے جو بہتر ہے اس سے اطلاع دینا ایک امر ضروری ہے۔ لہذا چند سطور آپ کی آگاہی کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ جب سے اس عاجز نے مسیحا ہو عود ہونے کا دعویٰ بامر اللہ تعالیٰ کیا ہے تب سے وہ لوگ جو اپنے اندر قوت فیصلہ نہیں رکھتے جب تذبذب اور کشمکش میں پڑ گئے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ قیل وقال سے فیصلہ نہیں ہو سکتا مبالغہ کے لئے اب طیار ہونا چاہیے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی نشان بھی دکھلانا چاہیے۔

(۱) مبالغہ کی نسبت آپ کے خط سے چند روز پہلے مجھے خود بخود واللہ بانشائہ نے اجازت دیدی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آپ کے ارادہ کا ثور ہے کہ آپ کی طبیعت میں یہ جوش پیدا ہوئی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب اجازت دینے میں حکمت یہ ہے کہ اول حال میں صرف اسلئے مبالغہ ناجائز تھا کہ ابھی مخالفین کو بخوبی سمجھا یا نہیں گیا تھا اور وہ اصل حقیقت سے سراسر ناواقف تھے اور تکفیر پر

بھی ان کا جو پیش نہ تھا جو بعد اسکے ہوا لیکن اب تا یقین آید نہ کمالات اسلام کے بعد تفہیم اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اب اس کتاب کے دیکھنے سے ایک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مخالف لوگ اپنی رائے میں سراسر غلط پر ہیں۔ اس لئے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں مباہلہ کی درخواست کے کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شائع کروں۔ سو وہ درخواست انشاء اللہ القدر پہلے حصہ کے ساتھ ہی شائع ہوگی۔ اول دنوں میں میرا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں سے یہ کیونکر مباہلہ کیا جائے کیونکہ مباہلہ کہتے ہیں ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور مسلمان پر لعنت بھیجنا جائز نہیں مگر اب چونکہ وہ لوگ بڑے اصرار سے مجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور حکم شرعی یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر ٹھہراوے اگر وہ شخص درحقیقت کافر نہ ہو تو وہ کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے جو کافر ٹھہراتا ہے۔ اسی بنا پر مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ جو لوگ مجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور اپنا اور نساء رکھتے ہیں اور فتویٰ کفر کے پیشوا ہیں ان سے مباہلہ کی درخواست کرو۔

(۲) نشان کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے یہ بھی درست ہے، درحقیقت انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو ذریعہ اور زکی ہیں اور اپنے اندر نوبت فیصلہ رکھتے ہیں اور صحابہ کرام کی قیادت میں سے جو تقریر حق کی عظمت اور برکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اس تقریر کو پہچان لیتے ہیں اور باطل جو تکلف اور بناوٹ کی بدولت رکھتا ہے وہ بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ ایسے لوگ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شناخت کے لئے اس بات کے محتاج نہیں ہو سکتے کہ ان کے سامنے سوئی کا سانپ بنا یا جاوے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت کیلئے حاجت مند ہو سکتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے مغلو جوں اور مجذوموں کو اچھے ہوتے دیکھ لیں اور نہ ہمارے سیدنا مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے کبھی معجزہ طلب کیا۔ کوئی شہادت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کوئی معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے بلکہ وہ زکی تھے اور نور قلب رکھتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا تھا کہ یہ جو بھٹوں کا منہ نہیں ہے اسلئے خدا تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور راست باز ٹھہرے۔ انہوں نے حق کو دیکھا اور ان کے دل بول اٹھے کہ یہ بخانب اللہ ہے۔

دوسری قسم کے وہ انسان ہیں جو معجزہ اور کرامت طلب کرتے ہیں انکے حالات خدا تعالیٰ نے

شہادان کو یہ ہمیں تعریف کے ساتھ بیان نہیں کیے اور اپنا غضب ظاہر کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے
 و اذ سموا باللہ جہدا یمانہم لئن جاء نھم ایۃ لیؤمنن بہا قتل انما الزیات عند اللہ
 وما یشعرون انھا اذا جاءت لایؤمنون لہ یسئیر یولگ سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشان
 دیکھیں تو ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان کو کہتے ہیں کہ نشان تو خدا تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور تمہیں خبر
 نہیں کہ جب نشان بھی دیکھیں گے تو کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر فرماتا ہے۔ یوم یاتی بعض
 آیات ربک لاینبغ نفسا یمانھا لکن امنتم من قبل لہ یعنی جب بعض نشان ظاہر ہوں گے
 تو اس دن ایمان لانا میسر ہوگا اور جو شخص صرف نشان کے دیکھنے کے بعد ایمان لایا ہے۔ اس کو
 وہ ایمان نفع نہیں دیکھا۔ پھر فرماتا ہے۔ و یقولون معنی ہذا الموعود ان کنتم صادقیں۔
 قل لا املک لنفسی ضررا ولا نفعا الا ما شاء اللہ لکل امرئ اجل الخ یعنی کافر
 کہتے ہیں کہ وہ نشان کب ظاہر ہوں گے اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا سو انکو کہتے ہیں کہ تمہیں ان باتوں
 میں دخل نہیں ہے اپنے نفس کے لئے ضرر کا مالک ہوں نہ نفع کا مگر یہ خدا چاہے۔ ہر ایک کو وہ
 کیلئے ایک وقت مقرر ہے جو ان لائیں سکتا اور پھر اپنے رسول کو فرماتا ہے۔ وان کان کبر علیک
 اعراضھم فان استطعت ان تبغی نفعا فی الارض او سلما فی السماء فتبغیہم
 بائنا ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکتون من الجاہلین لہ یعنی اگر تیرے پر
 زائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کا اعراض بہت بھاری ہے سو اگر تجھے طاقت ہے تو
 زمین میں سرگیاں کھود کر یا آسمان پر زینہ لگا کر جیلا جا اور ان کے لئے کوئی نشان لے آ۔ اور اگر خدا چاہتا
 تو ان سب کو جو نشان مانگتے ہیں ہدایت دے دیتا۔ پس تو جاہلوں میں سے مت ہو۔ اب ان تمام
 آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کافر نشان مانگا کرتے تھے
 بلکہ قسمیں بھی کھاتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے مگر اللہ جانتا ہے کہ نظر میں وہ مورد غضب تھے اور انکے
 سوالات یہ وہ تھے بلکہ اللہ جانتا ہے صاف صاف فرماتا ہے کہ جو شخص نشان دیکھنے کے بعد ایمان لائے
 اس کا ایمان مقبول نہیں جیسا کہ ابھی آیت لاینبغ نفسا ایمانھا تحریر ہو چکی ہے اور اسی کے
 قریب قریب ایک دوسری آیت ہے۔ و لو جاء نھم رسولہم بالبینات
 فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل کذب علی اللہ علی قلوب الکافرین یعنی

پہلی آفتوں میں جب اُنکے قبول نے نشان دکھلائے تو اُن نشانوں کو دیکھ کر بھی لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ وہ نشان دیکھنے سے پہلے تکذیب کر چکے تھے۔ اسی طرح خدا اُن لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو اس قسم کے کافر ہیں جو نشان سے پہلے ایمان نہیں لاتے۔

یہ تمام آیتیں اور ایسا ہی اور بہت سی آیتیں قرآن کریم کی جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے بالاتفاق بیان فرمادی ہیں کہ نشان کو طلب کرنے والے مورد غضب الہی ہوتے ہیں اور جو شخص نشان دیکھنے سے ایمان لائے اُس کا ایمان منظور نہیں اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ نشان طلب کرنے والے کیوں مورد غضب الہی ہیں جو شخص اپنے اطمینان کے لئے یہ آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ شخص منجانب اللہ ہے یا نہیں بظاہر وہ نشان طلب کرنے کا حق رکھتا ہے تاہو کا نہ کھاوے اور مرد و الہی کو مقبول الہی خیال نہ کر لیاوے۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردہ غیب میں ہو اُسکو قرآن مرحوم کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنی اسقدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجہ کذب کے وجہ پر غالب ہیں اور قرآن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر یہ نسبت اُس کے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔

یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عند اللہ فاسق ہے اور اسی کے بارے میں اللہ نشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اُسکو ایمان نفع نہیں دیگا۔ یہ بات سوچنے سے جلد سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسان ایمان لانے سے کیوں خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو ہم ایمانی طور پر قبول کر لیتے ہیں وہ کل الوجوہ ہم پر کمشوف نہیں ہوتیں مثلاً انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے مگر اُسکو دیکھا نہیں۔ فرشتوں پر بھی ایمان لاتا ہے لیکن وہ بھی نہیں دیکھے۔ بہشت اور دوزخ پر ایمان لاتا ہے اور وہ بھی نظر سے غائب ہیں محض حسنی ظن سے مان لیتا ہے اسلئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک صادق ٹھہر جاتا ہے اور یہ صدق اُس کے لئے موجب نجات ہو جاتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ اور ملائک ایک مخلوق خدائے تعالیٰ کی ہے اُن پر ایمان لانا نجات سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ جو چیز واقعی ظہر پر موجود ہے اور بدیہی طور پر اُس کا موجود ہونا ظاہر ہے اگر ہم اُس کو موجود مان لیں تو کس اجر کے ہم مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر

ہم یہ کہیں کہ آفتاب کے وجود پر ایمان لائے اور زمین پر ایمان لائے کہ موجود ہے اور چاند کے موجود ہونے پر بھی ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ دنیا میں گدھے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور شیر بھی اور بیل بھی اور طرح طرح کے پرند بھی تو کیا اس ایمان سے کسی ثواب کی توقع ہو سکتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم مثلاً ملائک کے وجود پر ایمان لاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ کے نزدیک یوں ٹھہرتے ہیں اور مستحق ثواب بنتے ہیں اور جب ہم اُن تمام حیوانات پر ایمان لاتے ہیں جو زمین پر ہماری نظر کے سامنے موجود ہیں تو ایک ذرہ بھی ثواب نہیں ملتا حالانکہ ملائک اور وہ دوسری سب چیزیں برابر خدائے تعالیٰ کی مخلوق ہیں پس اسکی یہی وجہ ہے کہ ملائک پردہ غیب میں ہیں اور دوسری چیزیں یقینی طور پر ہمیں معلوم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تیا متکے دن ایمان لانا منظور نہیں ہوگا۔ یعنی اگر اُسوقت کوئی شخص خدا تعالیٰ کی تخلیقات دیکھ کر اور اُسکے ملائک اور بہشت اور دوزخ کا مشاہدہ کر کے یہ کہے کہ اب میں ایمان لایا تو منظور نہ ہوگا کیوں منظور نہ ہوگا؟ اسی وجہ سے کہ اُسوقت کوئی پردہ غیب درمیان نہ ہوگا تا اس سے ملنے والے کا صدق ثابت ہو۔

اب پھر ذرہ غور کر کے اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان کس بات کو کہتے ہیں اور ایمان لانے پر کیوں ثواب ملتا ہو۔ امید ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ تھوڑا سا فکر کر کے اس بات کو جلد سمجھ جائیں گے کہ ایمان لانا اُس طرز قبول سے مراد ہے کہ جب بعض گوشے یعنی بعض پہلو کسی حقیقت کے حسیہ ایمان لایا جاتا ہے مخفی ہوں اور نظر دقیق سے سوچ کر اور قرآن مرحوم کو دیکھ کر اُس حقیقت کو قبل اسکے کہ وہ کجلی کھل جائے قبول کر لیا جائے یہ ایمان ہے حسیہ ثواب مترتب ہوتا ہے اور اگرچہ رسولوں اور نبیوں اور اولیاء کرام علیہم السلام سے بلاشبہ نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر سعید آدمی جو خدائے تعالیٰ کے پیارے ہیں اُن نشانوں سے پہلے اپنی فراست صحیحہ کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ نشانوں کے بعد قبول کرتے ہیں وہ لوگ خدائے تعالیٰ کی نظر میں ذلیل اور میقدر ہیں بلکہ قرآن کریم باؤاز بلند بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے بغیر حق کو قبول نہیں کر سکتے وہ نشان کے بعد بھی قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ نشان کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ باہر منکر ہوتے ہیں اور علانیہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص کذاب اور تجبوٹا ہے کیونکہ اس نے کوئی نشان نہیں دکھلایا۔ اور ان کی ضلالت کا زیادہ یہ موجب ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بھی بہاعت آزمائش اپنے بندوں کے نشان دکھلانے میں عدا

تاخیر اور توقف ڈالتا ہے اور وہ لوگ تکذیب اور انکار میں بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انکار میں ترقی کرتے کرتے اپنی راؤں کو پختہ کر لیتے ہیں اور دعوت سے بے گنہے ہو جاتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذاب ہے مفتی سے منکر ہے اور وہ غلو ہے چھوٹا ہے اور سخاوت اللہ نہیں ہے پس جب وہ شدت سے اپنی رائے کو قائم کر چکے ہیں اور تقریباً دل کے ذریعے سے اور تحریروں کے ذریعے سے اور مجلسوں میں بیٹھ کر اور سبروں پر چڑھ کر اپنی مستقل رائے دنیا میں پھیلا دیتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذاب ہے تب اس وقت عنایت الہی نوہ فرماتی ہے کہ اپنے عاجز بند سے کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے کیلئے کوئی ایسا نشان ظاہر کرے جو اس وقت کوئی عیبی نشان ظاہر ہوتا ہے جس سے صحت وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے مان چکے تھے اور انصار حق میں داخل ہو گئے تھے یا وہ جنہوں نے اپنی زبانوں اور اپنی قلوب اور اپنے خیالات کو مخالفانہ اظہار سے بچا لیا تھا۔ لیکن وہ بد نصیب گروہ جو مخالفانہ زردوں کو ظاہر کر چکے تھے وہ نشان دیکھنے کے بعد بھی اس کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی رائیں علیٰ رؤس الاشهاد شائع کر چکے۔ استہارہ دے چکے نہیں لگا چکے کہ یہ شخص درحقیقت کذاب ہے اس لئے اسبابی مشہور کردہ رائے سے مخالف اقرار کرنا ان کیلئے مرنے سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے ان کی ناک کشتی ہے اور ہزاروں لوگوں پر انکی صداقت ثابت ہوتی ہے کہ پہلے تو بڑے زور شور سے دعویٰ کرتے تھے کہ یہ شخص ضرور کاذب کا ضرور کاذب ہے۔ اور زمین کھاتے اور اپنی عقل اور علمیت جھٹلاتے تھے اور اب اسی کی تائید کرتے ہیں۔

اور میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں کہ ایمان لانے پر تو اب اسی وجہ سے طمانہ کہ ایمان لانوالا چند قرآن صدق کے لحاظ سے ایسی باتوں کو قبول کر لیتا ہے کہ وہ ہنوز مخفی ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے مومنوں کی تعریف قرآن کریم میں فرمائی ہے کہ یہ مومنون بالغیب یبصرون ایسی بات کو مان لیتے ہیں کہ وہ ہنوز در پردہ غیب ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا۔ اور کسی نے نشان نہ مانگا اور کوئی ثبوت طلب نہ کیا اور گوہر ادا اسکے اپنے وقت پر بارگش کی طرح نشان بر سے اور حجرات ظاہر ہوئے لیکن صحابہ کرام ایمان لانے میں حجرات کے محتاج نہیں ہوئے۔ اور اگر وہ حجرات کے دیکھنے پر ایمان موقوف رکھتے تو ایک

ذریعہ بزرگی ان کی ثابت نہ ہوتی اور عوام میں سے شمار کئے جاتے اور خدائے تعالیٰ کے مقبول اور پیارے بندوں میں داخل نہ ہو سکتے کیونکہ جن لوگوں نے نشان مانگا خدائے تعالیٰ نے ان پر عنایت ظاہر کیا اور درحقیقت ان کا انجام اچھا نہ ہوا اور اکثر وہ بے ایمانی کی حالت میں ہی مرے عرض خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نشان مانگنے کسی قوم کے لئے مبارک نہیں ہوا اور جس نے نشان مانگا وہی تباہ ہوا۔ انجیل میں بھی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اس وقت کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان دیا نہیں جائے گا۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ بالطبع ہر ایک شخص کے دل میں اس جگہ یہ سوال پیدا ہو گا کہ بغیر کسی نشان کے حق اور باطل میں انسان کیونکر فرق کر سکتا ہے۔ اور اگر بغیر نشان دیکھنے کے کسی کو مخائب اللہ قبول کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس قبول کرنے میں دھوکا ہو۔

اس کا جواب وہی ہے جو میں لکھ چکا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کا ثواب اکثر اسی امر سے مشروط کر رکھا ہے کہ نشان دیکھنے سے پہلے ایمان ہو۔ اور حق اور باطل میں فرق کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ چند قرآن جو واجبہ صدیق ہو سکیں اپنے ہاتھ میں ہوں اور تصدیق کا پلہ تکذیب کے پلہ سے بھاری ہو مثلاً حضرت صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو انہوں نے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا اور جب پوچھا گیا کہ کیوں ایمان لائے تو بیان کیا کہ میرے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا ثابت ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی کسی انسان کی نسبت بھی جھوٹ کو استعمال نہیں کیا چہ جائیکہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ ایسا ہی اپنے اپنے مذاق پر ہر ایک صحابی ایک ایک اخلاقی یا تعلیمی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ کر اور اپنی نظر دقیق سے اسکو وہ صداقت ٹھہرا کر ایمان لائے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی نشان نہیں مانگا تھا اور کاذب اور صادق میں فرق کرنے کے لئے ان کی نگاہوں میں یہ کافی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر ہیں اپنے منصب کے اظہار میں بڑی شجاعت اور استقامت رکھتے ہیں اور جس تعلیم کو لائے ہیں وہ دوسری سب تعلیموں سے صاف تر اور پاک تر اور سرفور ہے اور تمام اخلاق حمیدہ میں بے نظیر ہیں اور لہی جو پیش ان میں اعلیٰ درجہ کے پائے جاتے ہیں اور صداقت ان کے چہرہ پر بریں رہی ہے پس انہیں باتوں کو دیکھ کر

انہوں نے قبول کر لیا کہ وہ درحقیقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس جگہ یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ ظاہر ہوئے لیکن عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اوائل میں کھلے کھلے معجزات اور نشان مخفی رہتے ہیں تا صدیقوں کا صدق اور کاذبوں کا کذب پر کھما جائے۔ یہ زمانہ ابتلا کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی کھلا کھلا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر جب ایک گروہ صافی دلوں کا اپنی نظر دقیق سے ایمان لے آتا ہے اور عوام کا لانعام باقی رہ جاتے ہیں تو ان پر تجت پوری کرنے کیلئے یا ان پر عذاب نازل کرنے کیلئے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر ان نشانوں سے ذہبی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے ایمان لا چکے تھے اور بعد میں ایمان لانے والے بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ ہر روزہ تکذیب سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور اپنی مشہور کردہ راویوں کو وہ بدل نہیں سکتے آخر اسی گھراہد انکار میں داخل جہنم ہوتے ہیں۔

مجھے دینی غواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپکو یہ بات سمجھ آجائے کہ درحقیقت ایمان کے مفہوم کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ پوسٹیرہ چیزوں کو مان لیا جائے۔ اور جب ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھل جائے یا ایک واقعہ اس کا مکمل ہائے تو پھر اس کا مان لینا ایمان میں داخل نہیں۔ مثلاً اب جو دن کا وقت ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اب دن ہے رات نہیں ہے تو میرے اس ماننے میں کیا خوبی ہوگی اور اس ماننے میں مجھے دوسروں پر کیا زیادتی ہے۔ سعید آدمی کی پہلی نشانی یہی ہے کہ اس بابرکت بات کو سمجھ لے کہ ایمان کس چیز کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جو عقائد دنیائے لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے آئے ہیں ان کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جیتک دوسرے امور مشہورہ و محسوسہ کی طرح انبیاء کی نبوت اور انکی تعلیم کھل نہ جائے تب تک قبول کرنا مناسب نہیں اور وہ جو وقت یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ کھلی ہوئی چیز کو ماننا ایمان میں کیونکر داخل ہوگا۔ وہ تو ہندسہ اور حساب کی طرح ایک علم ہوا کہ ایمان۔ پس یہی حجاب تھا کہ جس کی وجہ سے ابوہل اور ابوہب وغیرہ اوائل میں ایمان لانے سے محروم رہے اور پھر جب اپنی تکذیب میں پختہ ہو گئے اور مخالفانہ راویوں پر اصرار کر چکے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے کھلے کھلے

نشان ظاہر ہوئے تب انہوں نے کہا کہ اب قبول کرنے سے مرنا بہتر ہے۔ غرض نظر دقیق و صداقت کے صدق کو شناخت کرنا سعیدوں کا کام ہے اور نشان طلب کرنا نہایت منحوس طریق اور استغیا کا شیوہ ہے جس کی وجہ سے کروڑوں ہزاروں جہنم ہو چکے ہیں خدائے تعالیٰ اپنی شدت کو نہیں برکتا۔ وہ جیسا کہ اُس نے فرمادیا ہے انہی کے ایمان کو ایمان سمجھتا ہے جو زیادہ ضد نہیں کرتے۔ اور قرآن میں مرجمہ کو دیکھ کر اور علامات صدق پاکر صدیق کو قبول کر لیتے ہیں اور صدیق کا کلام صدیق کی راستبازی صدیق کی استقامت اور خود صدیق کا ثبوت ان کے نزدیک اس کے صدق پر گواہ ہوتا ہے۔ مبارک وہ جن کو مردم شناسی کی عقل درجاتی ہے۔

ماسوا الیک جو شخص ایک نبی مقبول علیہ السلام کا پیغمبر ہے اور اُسکے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اسکی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک کم کی ناجسمی ہے کیونکہ انبیاء اسلئے آئے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کر دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لادیں۔ لیکن اسجگہ تو ایسے انقلاب کی دعویٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں۔ وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو پہلے تھا اور وہی کتاب کہیم جو پہلے تھی۔ اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اسقدر حیرانی ہو۔ مسیحیہ و عہود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعویٰ کے ساتھ نمود بائبل کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور بہاری علی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ صرف ماہہ النزاع حیات صحیح اور وفات صحیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرح ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعویٰ کے تسلیم کرنے کیلئے کسی بڑے مجرمہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعویٰ میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جیسے تائب اسلام کیلئے خدائے تعالیٰ نے بھیجا۔ جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تادین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور اچل کے فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف بجمع دلائے کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے۔

مسیح موعود کا دعویٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا جس سے شریعت کے احکام اور عقائد پر کچھ
 مخالفتاں اثر پڑتی تو بے شک ایک ہولناک بات تھی لیکن دیکھنا چاہیے کہ میں نے اس دعویٰ کے
 ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے۔ کونسے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا
 زیادہ کر دیا ہے۔ ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنی کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر
 کھولے ہیں اور قرآن کریم ان معنیوں کی صحت کے لئے گواہ ہے اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت
 دیتی ہیں۔ پھر نہ معلوم کہ اس قدر کیوں شور و غوغا ہے!۔

ہاں طالب حق ایک سوال بھی اسکا کر سکتا ہو اور وہ یہ کہ مسیح موعود کا دعویٰ تسلیم کرنے کیلئے
 کونسے قرآنی موعود ہیں کیونکہ کسی حدیث کی صداقت ماننے کیلئے قرآن تو چاہیے خصوصاً آج کل کے زمانہ
 میں جو ملکا اور فریب اور بددیانتی سے بھرا ہوا ہے اور دعویٰ باطلہ کا بازار گرم ہے۔

اس سوال کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہو کہ مندرجہ ذیل امور طالب حق کیلئے بطور علامات اور قرآن کے ہیں۔
 (۱) اول وہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تو اتر معنوی ترک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا
 تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر یک صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کر دے گا اور
 اسکی کہ دو روئوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اسکو لے آوے گا۔ اس پیشگوئی کے دوسرے
 حضور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا اور جو وہ ہوا
 اصلاح کیلئے پیش قدمی دیکھلا تا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا اسکی پہلے صدیا اولیا نے اپنے
 الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ پر کار
 پکار کہہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد تیسرا مسیح ہے۔ لیکن اس عاجز کا یہ دعویٰ اسوقت میں اپنے محل
 اور اپنے وقت پر نہیں ہے۔ کیا یہ ممکن ہو کہ فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا جائے۔ میں نے اس
 بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہوا تو انحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پیشگوئیاں خطا جاتی ہیں اور صد ہا بزرگوار صاحب الہام جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔
 (۲) اس بات کو بھی سوچنا چاہیے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدد
 ہونے کے لئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعویٰ کیا ہے اور کس نے متعجبانہ اللہ آنے کی خبر دی ہے
 اور ملہم ہونے اور مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں اور

کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جسکی ایسا دعویٰ کیا ہو۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ
 ملہم من اللہ اور مجد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ
 خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام متعجبانہ اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ ہو۔ یہ تمام نام اسکے
 حق میں جائز ہیں مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ
 ہونے میں ہے۔ پھر جس شخص کو مکالمہ الہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت میں کیلئے مامور من اللہ
 ہو گیا تو اللہ جلت شانہ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔
 اسلام میں موسیٰ۔ عیسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان۔ یعقوب وغیرہ بہت سے نام میوں کے نام پر
 لوگ رکھ لیتے ہیں اس تعامل کی نیت سے کہ انکے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں پھر اگر خدا تعالیٰ کسی کو اپنے
 مکالمہ کا شرف دے تو کسی موعودہ بصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھنے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا
 عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور انکے حملوں کو دفع کرنا اور انکے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے
 دلائل قرآنی کے ساتھ توڑنا اور انہیں اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام
 کے لئے جو بغیر تائید الہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیتوں کے فلسفہ یا تہذیب اور مذہبی نکتہ چینیوں میں جن کے
 دور کرنے کیلئے ضرور نیکو خصلتے تعالیٰ کی طرف سے کوئی آئے۔ اور جیسا کہ میرے پرکشفا کھولا گیا ہے حضرت مسیح کی
 روح ان ائمہ ائدال کی وجہ سے جو انہیں اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کیلئے شدت جوش میں تھی اور
 خدا تعالیٰ سے درخواست کرتی تھی کہ اسوقت مثال طور پر اس کا نزول ہو۔ سو خدا نے تعالیٰ نے اسکے
 جوش کے موافق اسکی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے سے کیا گیا تھا۔

یہ ایک ہمت اسرار الہیہ میں سے ہے کہ جب کسی رسول یا نبی کی شریعت اسکے فوت ہونے کے بعد
 بگڑ جاتی ہے اور اسکی اصل تعلیموں اور بدایتوں کو بدل کر دیوہ اور بجا باتیں اسکی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔
 اور ناسحق کا جھوٹا افتراء کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ تمام کفر اور بدکاری کی باتیں اس نے ہی
 سکھائی تھیں تو اس نبی کے دل میں ان فسادوں اور ہمتوں کے دور کرنے کے لئے ایک اللہ تو تبار
 اور اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تب اس نبی کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قائم قضا
 اس کا زمین پر پیدا ہو۔

ابن خورشہ سے اس معرفت کے دقیقہ گوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہود قہر میں آیا کہ انہی رومانیت نے قائم مقام طلب کیا۔ اول جبکہ ان کے قوت ہونے پر پھر سو برس گذر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد زیادہ اصرار کیا کہ وہ نفوذ باللہ مگر اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تو لڈ تھا اور اسی لئے وہ مصلوب ہوئے اور عیسائیوں نے اس بات پر غلامی کی کہ وہ خدا تھا اور نہرا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کیلئے اُس نے صلیب پر جہاں دی پس جب کہ مسیح علیہ السلام کی بابرکت شان میں نابکار یہودیوں نے نہایت خلفا تہذیب جرح کی اور جو ب نوریت کی اُس کیسے جو کتاب استثناء میں ہے کہ جو شخص صلیب لکھنے چاہے وہ لحنی ہوتا ہے۔ نفوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لحنی قرار دیا۔ اور متفقین اور کاذب اور ناپاک پیدا ایش والا ٹھہرایا اور عیسائیوں نے انکی صبح میں اطراء کر کے ان کو خدا ہی بنا دیا اور ان پر یہ تہمت لگائی کہ تم یسوع نہیں کی ہے۔ تب بر اعلام الہی مسیح کی رُو حانیت جوش میں آئی اور اُس میں تمام الزاموں سے اپنی بریت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہر اُسے ہی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے جسکی اہمیت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بھی الزاموں سے صبح کا دامن پاک ثابت کریں اور اُس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے فی حدیث ان انجیل کے ۱۶ باب میں کہا ہے کہ میں نہیں صبح کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تم سنی رہنے والا دینے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پاس نہ آئیگا پھر اگر میں جاؤں تو اُسے تم پاس بھیجی ونگا اور وہ آکر دنیا کو گنہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا۔ گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ جانا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ جب وہ رُو ح میں آئیگی تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ وہ رُو ح ہی میری بزرگی کرے گی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پائیگی۔ ۱۳۔ وہ تسلی دینے والا ہے۔ باپ میرے نام پر بھیجے گا۔ تمہیں تمہیں سب چیزیں سکھائیگا۔ لوقا ۱۳۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو نہ دیکھو گے اس وقت تک کہ تم کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر دیتے مسیح علیہ السلام کے نام پر آتا ہے۔ ان آیات میں مسیح کا یہ فقرہ کہ میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا اس بات پر حاف دلائل کرتا ہے کہ مسیح کی رُو حانیت اُس کے آنے کیلئے تقاضا کرے گی اور یہ فقرہ کہ باپ اُس کو میرے نام سے بھیجے گا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انبیا لامسح کی تمام رُو حانیت یا نیکو اور اپنے کمالات کی ایک شہاد کی رُو سے وہ

مسیح ہو گا جیسا کہ ایک شاخ کی رُو سے وہ موٹی ہو۔ بات یہ ہے کہ ہمارے ہی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسیٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی اور آدم بھی اور ابراہیم بھی اور یوسف بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے۔ فبہذا نھم اقتدا یعنی اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس کے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور حقیقت محمد کا نام صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمد کے یہ معنی ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف بھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر ہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ انبیا لائے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہی ہے۔ اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہو لہذا پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اُس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئیگا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اُس نے مسیح ناصر کی تمام کاموں کو پورا کیا اور اسکی صداقت کیلئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اُسکو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اُس پر لگائی تھیں اور مسیح کی رُو ح کو خوشی پہنچائی۔ یہ مسیح ناصر کی رُو حانیت کا پہلا جو شش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمد للہ۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی رُو حانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکل طور پر اگئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اور خدا کی بھی۔ ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے وہ دُئل دینے وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تفسیر ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقائد نئے

اور عبد کے طریقے گھڑائے اور ایسی آزادی سے مداخلت بجا کی کہ گویا ان باتوں کیلئے وحی الہی ان پر نازل ہو گئی۔
 سو الہی کتابوں میں اس قدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعویٰ ہے۔ اور خدائی کا دعویٰ اس طرح یہ
 کرتے فلسفہ دانوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح تمام کام خدائی کے ہمارے قبضہ میں آجائیں جیسا کہ ان کے
 خیالات اس ارادہ پر شاہد ہیں کہ وہ دن رات ان فکر دن میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح ہم ہی مینہ
 برسائیں اور لطفہ کی کسی آگ میں ڈال کر اور ہم عورت میں بیچی کر بیچے بھی پیدا کر لیں۔ اور انکا عقیدہ ہے کہ
 خدائی تقدیر کچھ چیز نہیں بلکہ ناکامی ہماری بوجہ غلطی تدبیر تقدیر ہو جاتی ہے۔ اور جو کچھ دنیا میں خدائی طرف
 منسوب کیا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہر ایک چیز کے طبیعی اسباب معلوم
 نہیں تھے اور اپنے تھک جانے کی حد انتہا کا نام خدا اور خدائی تقدیر رکھنا تھا اب علم طبیعیہ کا سلسلہ
 جب بجلی لوگوں کو معلوم ہوا جو ایسا تویر خام خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ
 یورپ اور امریکہ کے فلاسفوں کے یہ اقوال خدائی کا دعویٰ ہے یا کچھ اور ہے۔ اسی وجہ سے ان فکروں
 میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مرنے سے بھی زندہ ہو جائیں۔ اور امریکہ میں ایک گروہ عیسائی فلاسفوں کا
 الہی باتوں کا تجربہ کر رہا ہے۔ اور مینہ برسائے کا کارخانہ تو شروع ہو گیا اور انکا فلسفہ ہے کہ بجائے اسکے
 کہ لوگ مینہ کیلئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں یا استسقاء کی نماز پڑھیں گورنٹ میں ایک عرضی دیدیں کہ
 فلاں کیفیت میں مینہ برسایا جائے۔ اور یورپ میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ لطفہ رقم میں ٹھہرانے کیلئے
 کوئی کل پیدا ہو۔ اور نیز یہ بھی کہ جب پتا ہے لڑکا پیدا کر لیں اور جب چاہیں لڑکی۔ اور ایک مرد کا لطفہ
 لیکر اور کسی بچہ پکاری میں رکھ کر کسی عورت کے رحم میں چڑھا دیں اور اس تدبیر سے اس کو حمل کریں۔
 اب دیکھنا چاہیے کہ یہ خدائی پر قبضہ کرنے کی فکر ہے یا کچھ اور ہے۔ اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مجال
 اول نبوت کا دعویٰ کریں پھر خدائی کا۔ اگر اسکے یہ معنی لیے جائیں کہ چند روز نبوت کا دعویٰ کر کے
 پھر خدا بننے کا دعویٰ کریں گاتو یہ جتنی صریح باطل ہیں کیونکہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کریں گاتو اس دعویٰ میں
 ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی
 نازل ہوئی ہے۔ اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سناٹے جو اسپر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور
 ایک اہمت بناوے جو اسکو نبی سمجھتی اور اسکی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔ اب سمجھنا چاہیے
 کہ ایسا دعویٰ کرنا الہی اہمت کے رو برو خدائی کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ

تو بڑا مہتری ہے پہلے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کا کلام ہم کو سنا تا تھا اور اب اسکی
 انکار ہو اور اب آپ خدا بنتا ہے۔ پھر جب اقل دفعہ تیسرے ہی اقرار سے تیسرا جھوٹ ثابت ہو گیا تو دوسرا دعویٰ
 کیونکر سچا سمجھا جائے۔ جس نے پہلے خدائے تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کر لیا اور اپنے تمہیں بندہ قرار دے دیا اور
 بہت سا الہام اپنا لوگوں میں شائع کر دیا کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے وہ کیونکر ان تمام اقوال سے انحراف کر کے خدا
 ٹھہر سکتا ہے اور ایسے کذاب کو کون قبول کر سکتا ہے۔ سو یہ معنی جو ہمارے علماء لیتے ہیں بالکل فاسد ہیں۔
 صحیح معنی یہی ہیں کہ نبوت کے دعویٰ سے مراد دخل در امور نبوت اور خدائی کے دعویٰ سے مراد دخل در امور
 خدائی ہے جیسا کہ آجکل عیسائیوں سے یہ حرکات ظہور میں آرہی ہیں۔ ایک فرقہ ان میں سے انجیل کو ایسا
 توڑ مروڑ رہا ہے کہ گویا وہ نبی ہے اور اسپر آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اور ایک فرقہ خدائی کے کاموں میں
 اس قدر دخل دے رہا ہے کہ گویا وہ خدائی کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے۔
 غرض یہ دو تہائیت عیسائیوں کی اس زمانہ میں کمال درجہ تک پہنچ گئی ہے اور اسکے قائم کرنے کیلئے
 پانی کی طرح انہوں نے اپنے مالوں کو بہا دیا ہے۔ اور کروڑ ہا مخلوقات پر بد اثر ڈالا ہے۔ تقریر سے
 تحریر سے مال سے عورتوں سے گانے سے۔ بجائے سے تماشے دکھانے سے ڈاکٹر کھلانے سے غرض
 ہر ایک پہلو سے ہر ایک طریق سے ہر ایک پیرایہ سے ہر ایک ملک پر انہوں نے اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ
 چھ کروڑ تک ایسی کتاب تالیف ہو چکی ہے جس میں یہ غرض ہے کہ دنیا میں ناپاک طریق عیسائی پرستی کا
 پھیل جائے۔ پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو بوش آیا اور انہوں نے دوبارہ
 مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا۔ اور جب ان میں مثالی نزول کیلئے اشد درجہ کی توجہ اور خواہش
 پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ نے اس خواہش کے موافق دجال موجودہ کے نابود کرنے کیلئے ایسا شخص بھیجا جو
 ان کی روحانیت کا نمونہ تھا۔ وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت
 عیسویہ کا اس میں حلول تھا یعنی حقیقت عیسویہ اس سے متحد ہو گئی تھی اور مسیح کی روحانیت کے
 تقاضا سے وہ پیدا ہوا تھا۔ پس حقیقت عیسویہ اس میں ایسی منعکس ہو گئی جیسا کہ آئینہ میں اشکال۔
 اور چونکہ وہ نمونہ حضرت مسیح کی روحانیت کے تقاضا سے ظہور پذیر ہوا تھا اسلئے وہ عیسوی کے نام
 سے موسوم کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی روحانیت نے قادر مطلق غرہ اسمہ سے جو ہم اپنے بوش کے
 اپنی ایک شبیہ چاہی اور چاہا کہ حقیقت عیسویہ اس شبیہ میں رکھی جائے تا اس شبیہ کا نزول

ہو۔ پس ایسا ہی ہو گیا۔ اس تقریر میں اس وہم کا بھی جو اسے کہ نزول کیلئے مسیح کو کیوں مقرر کیا گیا کیوں نہ کہا گیا کہ موسیٰ نازل ہوگا، یا ابراہیم نازل ہوگا، یا داؤد نازل ہوگا۔ کیونکہ اسکا صاف طور پر کھل گیا کہ جو وہ فتنوں کے لحاظ سے مسیح کا نازل ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ مسیح کی ہی قوم کا بڑی غمی اور مسیح کی قوم میں ہی روحانیت پھیلی تھی اسلئے مسیح کی روحانیت کو ہی جوش آنا لاق تھا۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے، کہ جو کشف کے ذریعے اس عاجز پرکھلی پر اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہو کہ ایک زمانہ کے گزرنے کے بعد کہ تیرا اور صلح اور غلبہ تو حید کا زمانہ ہوگا۔ پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم نمودر گیا اور بعض بعض کو کیرٹوں کی طرح کھائیں گے اور روحانیت غلبہ کر گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور مخلوق کو خدا بنانے کی بہالت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلے گئے۔ تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش ہو گی کہ جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب ایک قبری شبلیہ میں اسکا نزول ہوگا اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائیگا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی آمدت کی نالائق کو تو توں کیجئے مسیح کی روحانیت کیلئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کمال نتیج میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو اسادیت میں آیا ہے کہ ہمہد کی پیدا ہوگا اور اسکا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہوگا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہی اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں۔ صد ہا ایسے لوگ گذرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور خداوند تعالیٰ طور پر انکا نام محمد یا احمد تھا۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدت مرحومہ ان فسادوں سے بعضہ تعالیٰ محفوظ رہی ہے جو حضرت عیسیٰ کی آمدت کو پیش آئے اور آج تک ہزار ہا مصلح اور اقیانوں میں موجود ہیں کہ جو قبر دنیا کی طرف پشت دیکر بیٹھے ہوئے ہیں بوقت توحید کی اذان کی مساجد میں ایسی گونج پڑتی ہے کہ آسمان تک محمد کی توحید کی شعاں پہنچتی ہیں۔ پھر کون موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو ایسا جوش آتا جیسا کہ حضرت مسیح کی روح میں عیسائیوں کے دغا زار و عظوں اور نفرتی کاموں اور مشرکانہ تعلیموں اور نبوت میں بیجا دخلوں اور خدا سے تعالیٰ کی پھسری کرنے نے پیدا کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ جوش حضرت موسیٰ کی روح کو بھی اپنی آمدت کے لئے نہیں آسکتا تھا کیونکہ وہ تو نابلو ہو گئی۔

اور اب صفحہ دنیا میں ذریت انکی مجز چند لاکھ کے باقی نہیں اور وہ بھی ضربت علیہم الذلۃ والمہسکتۃ کے مصداق اور اپنی ذمہ داری کے خیالات میں غرق اور نظروں سے گرسے ہوئے ہیں لیکن عیسائی قوم اس زمانہ میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے اور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہے اور صد ہا پیروں میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزیں کر رہی ہے۔ بعض داعظوں کے رنگ میں پھرتے ہیں۔ بعض گوئیے بنکر گیت گاتے ہیں۔ بعض شاعر بنکر تخلیص کے متعلق غزلیں سٹاتے ہیں۔ بعض جوگی بنکر اپنے خیالات کو شائع کرتے پھرتے ہیں۔ بعض نے یہی خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی تحریف آجیل کا ترجمہ کر کے اور ایسا ہی دوسری کتا میں اسلام کے مقابل پر ہر ایک زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بعض تھپتھپ کے پیراہ میں اسلام کی بڑی تصدیق لوگوں کے دلوں میں جاتے ہیں اور ان کاموں میں کروڑ ہا روپیہ ان کا خرچ ہوتا ہے اور بعض ایک فوج بنا کر اور کئی فوج اسکا نام رکھ کر ملک بہ ملک پھرتے ہیں اور ایسا ہی اور کارروائیوں کے بھی جو انکے فرو بھی کرتے ہیں اور انکی عورتیں بھی۔ کروڑ ہا بندگان خدا کو نقصان پہنچا رہے اور بات انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ اسلئے ضرور تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کی روحانیت جوش میں آتی اور اپنی شبلیہ کے نزول کیلئے جو اسکی حقیقت سے متحد ہو تقاضا کرتی۔ سو اس عاجز کے صدق کی شناخت کے لئے یہ ایک بڑی علامت ہے مگر ان کیلئے جو سمجھتے ہیں۔ اسلام کے صوفی جو قبروں سے فیض طلب کرنے کے عادی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ایک فوت شدہ نبی یا ولی کی روحانیت کبھی ایک زندہ فرد خدا سے متحد ہو جاتی ہے جس کو کہتے ہیں فلان ولی موسیٰ کے قدم پر ہے اور فلان ابراہیم کے قدم پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم المشرب نام رکھتے ہیں۔ وہ ضرور اس دقیقہ معرفت کی طرف توجہ کریں۔

(۳۴) تیسری علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے اس عاجز سے بہت سوال پہلے اس عاجز کے آنے کی خبر دی ہے۔ یہاں تک کہ نام اور سکونت اور عمر کا حال بتھوڑے بتلا دیا ہے جیسا کہ نشان آسمانی میں لکھ چکا ہوں۔

(۳۵) چوتھی علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ اس عاجز نے بارہ ہزار کے قریب خط اور اشتہار الہامی برکات کے مقابلہ کے لئے مذاہب غیر کی طرف روانہ کئے بالخصوص پادریوں میں سے شاید ایک بھی نامی پادری اور امریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا جس کی طرف خط رجسٹری کر کے نہ بھیجا ہو۔ مگر سب رجسٹر کا رعب چھا گیا۔ اب جو ہماری قوم کے ملاموں کی لوگ

اس دعوت میں نکتہ چینی کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ انکی دروغگوئی اور نجاست خواری ہی مجھے قلعہ طور پر نشتر
 دی گئی ہے کہ اگر کوئی مخالف دین میرے سامنے مقابلہ کیلئے آئیگا تو میں اسپر غالب ہونگا اور وہ ذلیل ہوگا۔ پھر
 یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا
 مقابلہ نہیں کرتے۔ کسی پادری یا پنڈت کو کہیں کہ فیض درحقیقت مغتری ہے اسکے ساتھ مقابلہ
 کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہم ذمہ دار ہیں پھر خدا تعالیٰ خود فیصلہ کر دیگا۔ میں اس بات پر راضی ہوں کہ
 جس قدر دنیا کی جائداد یعنی اراضی وغیرہ بطور وراثت میرے قبضہ میں آئی ہو بحالت دروغگو نکلنے کے وہ
 سب اس پادری یا پنڈت کو دیدونگا۔ اگر وہ دروغگو نکلا تو بجز اسکے اسلام لانے کے میں اس سے کچھ
 نہیں مانگتا۔ یہ بات میں نے اپنے جی میں جز ما مٹھرائی ہے اور تزل سے بیان کی ہے اور اللہ بستانہ کی قسم
 کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس مقابلہ کیلئے طیار ہوں اور اشتہار دینے کیلئے مستعد بلکہ میں نے توبارہ ہزار اشتہار شائع
 کر دیے بلکہ میں بلاتا بلاتا تنگ گیا۔ کوئی پنڈت پادری نیک نیتی سے سامنے نہیں آیا میری سچائی کیلئے اس سے
 بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ میں اس مقابلہ کیلئے ہر وقت حاضر ہوں اور اگر کوئی مقابلہ پر کچھ نشان دکھانے کا
 دعویٰ نہ کرے تو ایسا پنڈت یا پادری صرف اخبار کے ذریعے ہی شائع کرے کہ میں صرف یک طرفہ کوئی امر خارق
 عادت دیکھنے کو طیار ہوں اور اگر خارق عادت ظاہر ہو جائے اور میں اس کا مقابلہ نہ کر سکوں تو فی الفور اسلام
 قبول کرونگا تو یہ تجویز بھی مجھے منظور ہے۔ کوئی مسلمانوں میں سے بہت کرے اور جس شخص کو کافر بے دین کہتے ہیں اور
 دجال نام رکھتے ہیں بمقابل کسی پادری کے اس کا امتحان کر لیں اور آپ صرف تماشہ دیکھیں۔

(۱۵) پانچویں علامت اس عاجز کے صدق کی ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ میں ان مسلمانوں پر بھی اپنے کشتی
 اور اہامی علوم میں غالب ہوں۔ اُنکے مہجیل کو چاہیے کہ میرے مقابل پر آویں۔ پھر اگر تائید الہی میں اور
 فیض سماوی میں اور آسمانی نشانوں میں مجھ پر غالب ہو جائیں تو جس کار سے جاہیں مجھ کو ذبح کر دیں
 مجھے منظور ہے۔ اور اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو کفر کے فتوے دینے والے جو اہل ہا میرے مخاطب ہیں یعنی
 جن کو مخاطب ہونے کے لئے الہام الہی مجھ کو ہو گیا ہے پہلے لکھ دیں اور شائع کر دیں کہ اگر کوئی خارق عادت
 امر دیکھیں تو بلا چون و چرا دعویٰ کو منظور کر لیں۔ میں اس کام کیلئے بھی حاضر ہوں اور میرا خداوند کریم
 میرے ساتھ ہے لیکن مجھے یہ حکم ہے کہ میں ایسا مقابلہ صرف امتہ الکفر سے کروں۔ انہیں سے مقابلہ کروں
 انہیں سے اگر وہ چاہیں یہ مقابلہ کروں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہرگز مقابلہ نہیں کریں گے کیونکہ حقانیت

کے ان کے دلوں پر رعب ہیں اور وہ اپنے ظلم اور زیادتی کو توب جانتے ہیں وہ ہرگز مقابلہ بھی نہیں کریں گے۔
 مگر میری طرف سے عقرب کتاب دافع الوماس میں اُنکے نام اشتہار جاری ہو جائیں گے۔
 رہے احاد الناس کہ جو امام اور فضلاء علم کے نہیں ہیں اور نہ انکا فتویٰ ہے ان کیلئے مجھے یہ حکم ہے کہ
 اگر وہ خارق دیکھنا چاہتے ہیں تو صحبت میں رہیں خدائے تعالیٰ غنی بے نیاز ہے جو حد تک کسی میں تزل اور
 اندسار نہیں دیکھتا اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔ لیکن وہ اس عاجز کو ضائع نہیں کریگا اور اپنی صحبت
 دنیا پر پوری کر دیگا اور کچھ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ وہ اپنے نشان دکھاوے گا لیکن مبارک وہ جو نشانوں
 سے پہلے قبول کرے وہ خدائے تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور وہ صادق ہیں جن میں دغا نہیں۔ نشانوں
 کے مانگنے والے جس سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ ہم کو رضائے الہی اور اسکی خوشنودی حاصل نہ ہوئی جو
 اُن بزرگ لوگوں کو ہوئی جنہوں نے قرآن سے قبول کیا اور کوئی نشان نہیں مانگا۔

سو یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ وہ خود فرماتا ہے
 جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدائے قبول
 کریگا اور بڑے زور آور جاہوں سے اسکی سچائی ظاہر کریگا۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کیلئے مستعد ہیں
 ان کیلئے وقت اور خواری مقدر ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کیا ضائع ہو جاتا
 کیونکہ خدا تعالیٰ مغتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں ہے۔ یہ بوقوت یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا
 یہ استقامت اور جرأت کسی کذاب میں ہو سکتی ہے۔ وہ نا اہل یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے
 بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اُسکے کلام میں شوکت اور مہیت ہو اور یہ کسی جاگ اور دل ہوتا ہے کہ
 ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کیلئے طیار ہو جائے۔ یقیناً منتظر ہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن
 روسیہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بے شمس ہونگے۔ کوئی ہر دوست و ہمی جسے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے
 قتل کیا اور جس نے اپنی جان امدال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزار بار نشان دیکھ لئے ہیں۔ سو
 یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے کیلا پایا اور میری مدد کی اور مجھے غمگین کیا اور میرے غمخوار
 ہوئے۔ اور ناشناسا جو کچھ آشناؤں کا سا ادب بجالائے خدائے تعالیٰ کی انیر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے
 کے بعد کوئی کلمی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اُس کی عزت کیا۔
 مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فرست سے میری

باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی تب اسی قدر قرآن سے خدا تعالیٰ نے اُنکے سینوں کو کھولا یا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کیلئے مجھے حکم بنا تا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں غانی ہو اور انانیت کی جگہ سے باہر آ گیا ہو۔ مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ نشانوں کے طالب وہ تجسسی کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے پیچھے ہٹے ہوئے عہد کو پہچان لیا اور جو اللہ جل جلالہ کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا اُس کی خوشبو اُن کو آگئی۔ انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فرج اور جہاد و جلال میں دیکھ کر پھر اُس کو سلام کرے۔ بالکمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیار میں اُس کو پائے اور شناخت کر لے اور میرے اختیار میں نہیں کہ یہ نیر کی کسی کو ڈوں۔ ایک ہی ہے جو دینا ہے۔ وہ جسکو عزت پر رکھتا ہے یا یا نئی فرامست اُسکو عطا کرتا ہے اور انھیں باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں اُن کیلئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ تر کجی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اب میں جانتا ہوں کہ نشانوں کے بارے میں میں بہت کچھ لکھا چکا ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات صحیح اور راست ہے کہ اب تک نہیں ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ وہ امور میرے لئے خدا تعالیٰ سے صادر ہوئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں اور آئندہ ان کا دروازہ بند نہیں۔ ان نشانوں کیلئے ادنیٰ ادنیٰ معیاروں کا ذکر کرنا یہ ادب ہے اور خدا تعالیٰ غنی ہے نیاز ہے جب حکم کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے کہ نشان کب ظاہر ہونگے تو خدا تعالیٰ نے کبھی یہ جواب نہ دیا کہ فلاں تاریخ نشان ظاہر ہونگے کیونکہ یہ سوال ہی بے ادبی ہے پُر تھا اور گستاخی سے بھرا ہوا تھا انسان اس نابکار اور بے بنیاد دنیا کیلئے سالہا سال انتظاروں میں وقت خرچ کر دیتا ہے۔ ایک امتحان دینے میں کئی برسوں سے طیاری کرتا ہے وہ عمارتیں شروع کر دیتا ہے جو برسوں میں ختم ہوں۔ وہ پودے باغ میں لگاتا ہے جن کا پھل کھانے کیلئے ایک دو روز مانہ تک انتظار کرنا ضروری ہے پھر خدا تعالیٰ کی راہ میں کیوں جلدی کرتا ہے اس کا باعث مجبور ہے اور کچھ نہیں کہ دین کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے جو انسان خدا تعالیٰ سے نشان طلب کرتا ہے اور اپنے دل میں مقرر نہیں کرتا کہ نشان دیکھنے کے بعد اُس کی راہ میں کونسی جانفشانی کرونگا اور کس قدر دنیا کو چھوڑ دونگا اور کہاں تک خدا تعالیٰ کے مامور بندہ کے پیچھے ہو جاؤنگا بلکہ غافل انسان ایک تماشائی طرح نشان کو سمجھتا ہے۔ حواریوں نے حضرت مسیح سے نشان مانگا تھا کہ ہمارے لئے

ماندہ اترے تا بعض شبہات ہمارے جو آپ کی نسبت ہیں اور ہو جائیں۔ پس اللہ جل جلالہ قرآن کریم میں حکایت حضرت عیسیٰ کو فرماتا ہے کہ اُنکو کہہ دے کہ میں اس نشان کو ظاہر کرونگا لیکن پھر اگر کوئی شخص مجھ کو ایسا نہیں مانے گا کہ جو حق مانے کا ہے تو میں اُس پر وہ عذاب نازل کرونگا جو آج تک کسی پر نہیں کیا ہو گا۔ تب حواری اس بات کو سن کر نشان مانگنے سے تائب ہو گئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قوم پر ہم نے عذاب نازل کیا ہے نشان دکھلانے کے بعد کیا ہے اور قرآن کریم میں کئی جگہ فرماتا ہے کہ نشان نازل ہونا عذاب نازل ہونے کی تہدید ہے۔ وجہ یہ کہ جو شخص نشان مانگتا ہے اُس پر فرض ہو جاتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد بخلخت حجت دنیا سے دست بردار ہو جائے اور فقیرانہ دلچسپی لے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت دیکھ کر اُس کا حق ادا کرے لیکن چونکہ غافل انسان اس درجہ کی فرمائندگی کر نہیں سکتا اسلئے شرطی طور پر نشان دیکھنا اُس کے حق میں وبال ہو جاتا ہے کیونکہ نشان کے بعد خدا کے تعالیٰ کی حجت اُس پر پوری ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی صحیحی کامل اطاعت کے بجالانے میں کچھ کسر رکھے تو غضب الہی اُس پر مستولی ہو جاتا ہے اور اُس کو نابود کر دیتا ہے۔

تیسرا سوال آپ کا استخارہ کیلئے ہے جو درحقیقت استخارہ ہے۔ پس آپ پر واضح ہو کہ جو مشکلات آپ نے تحریر فرمائی ہیں درحقیقت استخارہ میں ایسی مشکلات نہیں ہیں میری مراد میری تحریر میں صرف استخارہ ہے کہ استخارہ ایسی حالت میں ہو کہ جب جذبات محبت اور جذبات عداوت کسی تحریر کو جسے جوش میں نہ ہوں مثلاً ایک شخص کسی شخص سے عداوت رکھتا ہے اور عداوت کے اشتعال میں سو گیا ہے تب وہ شخص جو اُس کا دشمن ہے اُسکو خواب میں کتنے یا سوئی کی شکل میں نظر آیا ہے یا کسی اور درندہ کی شکل میں دکھائی دیا تو وہ خیال کرتا ہے کہ شاید درحقیقت شخص عند اللہ کتنا یا سو رہی ہے لیکن یہ خیال اُس کا غلط ہے کیونکہ جوش عداوت میں جوش خواب میں نظر آئے گا کہ درندہ کی شکل میں یا سانپ کی شکل میں نظر آتا ہے جس سے نتیجہ نکالنا کہ درحقیقت وہ بد آدمی ہے کہ جو ایسی شکل میں ظاہر ہوا ایک غلطی ہے۔ بلکہ چونکہ دیکھنے والے کی طبیعت اور خیال میں وہ درندوں کی طرح تھا اس لئے خواب میں درندہ ہو کر اُس کو دکھائی دیا۔ سو میرا مطلب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا جذبات نفس سے خالی ہو اور ایک آرام یافتہ اور مسرور و بخت دل سے محض اظہار حق کی غرض سے استخارہ کرے۔ میں یہ عہد نہیں کر سکتا کہ ہر ایک شخص کو ہر ایک حالت نیک یا بد میں ضرور خواب آجائے گی۔ لیکن آپ کی نسبت میں کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک رُوحی ہو کر بشرط

مندر بر نشان آسمانی استخارہ کریں تو میں آپ کیلئے دعا کرونگا۔ کیا خوب ہو کہ یہ استخارہ میرے روبرو ہو۔ تا میری کچھ زیادہ ہو۔ آپ پر کچھ بھی شکل نہیں لوگ معمولی اور فعلی طور پر چ کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر ایچہ فعلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔

سچی خواب اپنی سچائی کے آثار آپ ظاہر کرتی ہے۔ وہ دل پر ایک نور کا اثر ڈالتی ہے اور میخ آپس کی طرح اندر کھب جاتی ہے اور دل اس کو قبول کر لیتا ہے اور اسکی نورانیت اور ہیبت بال بال پر طاری ہو جاتی ہے۔ میں آپسے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ میرے روبرو اور میری ہدایت اور تعلیم کے موافق اس کام میں مشغول ہوں تو میں آپکے لئے بہت کوشش کرونگا کیونکہ میرا خیال آپکی نسبت بہت نیک ہے اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپکو صلاح نہ کرے اور رشد اور سعادت میں ترقی دے۔ اب میں نے آپکا وقت بہت لے لیا ختم کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

آپکا مکرر شرط پڑھ کر ایک بات کچھ زیادہ تفصیل کی محتاج معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ استخارہ کے لئے ایسی دعا کی جائے کہ ہر ایک شخص کا استخارہ شیطان کے دخل سے محفوظ ہو۔ عموماً یہ بات خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ وہ شیاطین کو انکے مواضع مناسبہ سے محفل کر دیوے۔ اللہ جل شانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنى القی الشیطان فی اہنیتہ فیمنسخ اللہ ما یلقى الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ واللہ علیم حکیم یعنی ہم نے کوئی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ اسکی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمنا کرے یعنی اپنے نفس سے کوئی بات چاہے تو شیطان اسکی خواہش میں کچھ نہ ملاوے یعنی جب کوئی رسول یا کوئی نبی اپنے نفس کے جوش سے کسی بات کو چاہتا ہے تو شیطان اس میں ہی دخل دیتا ہے تب وہی متکو جو شوکت اور ہیبت اور روشنی تام رکھتی ہے اس دخل کو اٹھا دیتی ہے اور منشاء الہی کو مصفا کر کے دکھلا دیتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں اور جو کچھ خواطر اسکے نفس میں پیدا ہوتی ہیں درحقیقت وہ تمام وہی ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اسپر شاہد ہے۔ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یؤتی۔ یعنی لیکن قرآن کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی مخائب اللہ ہوتی ہیں تمیز کلی رکھتی ہے اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متکو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر ایک بات اسکی برکت سے بھری ہوتی ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اس کلام میں رکھی جاتی ہے لہذا ہر ایک

بات نبی کی جو نبی کی توجہ تام سے اور اسکے خیال کی پوری مصروفیت اسکے منہ سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ وحی ہوتی ہے۔ تمام احادیث اسی درجہ کی وحی میں داخل ہیں جنکو غیر متکو وحی کہتے ہیں۔ اب اللہ جل شانہ آیت معلومہ مدوحہ میں فرماتا ہے کہ اس ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں شیطان کا دخل بھی ہو جاتا ہے اور وہ اسوقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کیلئے تمنا کرتا ہے تو اس کا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا وہ اپنے نفس سے کھو یا جاتا ہے اور خدا سے تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک اکہ کی طرح ہوتا ہے۔ پس کچھ کہہ کر ایک بات جو اسکے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے۔ اسلئے جب اسکے اجتہاد میں غلطی ہوگئی تو وحی کی غلطی کہلانے کی نہ اجتہاد کی غلطی۔ اب خدا نے تعالیٰ اسی کا جواب قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جسکو ڈوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطان سے مخلوط ہو جاتی ہے۔ اور اسوقت ہوتا ہے کہ جب نبی کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہو جائے تب ایسا ہی خیال اسکے دل میں گذرنا ہے جو سپر نبی مستقل رائے قائم کرنے کیلئے ارادہ کر لیتا ہے۔ تب فی الفور وحی الہی اور وحی متکو اور ہمیں ہے نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے اور وحی متکو شیطان کے دخل سے بجلی منترہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سخت ہیبت اور شوکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور قول تفسیل اور شدید النزول بھی ہے اور اسکی تیر شعا علیہ شیطان کو جلاتی ہیں اسلئے شیطان اسکے نام سے ڈر رہتا ہے اور نزدیک نہیں آسکتا اور نیز ملائکہ کی کامل محافظت اسکے ارد گرد ہوتی ہے لیکن وحی غیر متکو جس میں نبی کا اجتہاد بھی داخل ہے یہ قوت نہیں رکھتی۔ اسلئے تمنا کے وقت جو کبھی شاذ و نادر اجتہاد کے سلسلہ میں پیدا ہو جاتی ہے شیطان نبی یا رسول کے اجتہاد میں دخل دیتا ہے جو پھر وحی متکو اس دخل کو اٹھا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے بعض اجتہادات میں غلطی بھی ہوگئی ہے جو بعد میں رفع کی گئی۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت ہے کہ نبی بلکہ رسول کی ایک قسم کی وحی میں بھی جو وحی غیر متکو ہے شیطان کا دخل ہو جب قرآن کریم کی تصریح کے ہو سکتا ہے۔ تو پھر کسی دوسرے شخص کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ اس قانون قدرت کی تبدیل کی درخواست کرے ماسوا اس کے صفائی اور راستی خواب کی اپنی پاک باطنی اور سچائی اور طہارت پر موقوف ہے۔ یہی قدیم قانون قدرت ہے جو اسکے رسول کریم کی معرفت ہم تک پہنچا ہے کہ سچی خوابوں کے لئے ضرور ہے کہ بیداری کی حالت میں انسان ہمیشہ سچا اور خدا تعالیٰ کیلئے راستباز ہو اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص اس قانون پر چلیگا اور اپنے دل کو

راستگوئی اور راست روی اور راست نفسی کا پورا پورا پابند کر لینگا تو اسکی خواب میں سچی ہونگی اللہ جل شانہ فرمائے گا
 خدا فلاح من ذکرها یعنی جو شخص باطل خیالات اور باطل نیت اور باطل اعمال اور باطل عقائد سے اپنے
 نفس کو پاک کر ليو سے وہ شیطان کے بند سے رہائی پا جائیگا اور آخرت میں عقوبات اخروی سے دستگار ہوگا
 اور شیطان اس پر غالب نہیں آسکے گا۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ابن عبدی لیس لك علیہ
 سلطان یعنی اسے شیطان میرے بند سے جو ہیں جنہوں نے میری مرضی کی راہوں پر قدم مارا ہے ان پر
 تیرا تسلط نہیں ہو سکتا۔ سو جتنک انسان تمام کجیوں اور نالائق خیالات اور بیہودہ طریقوں کو چھوڑ کر
 صرف آستانہ الہی پر گرا ہوا نہ ہو جائے تب تک وہ شیطان کی کسی عادت سے مناسبت رکھتا ہے اور
 شیطان مناسبت کی وجہ سے اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور اُس پر ڈوڑتا ہے۔

اور جب کہ یہ حالت ہے تو میں الہی قانون قدرت کے مخالف کو کسی تدمیر کر سکتا ہوں کہ کسی سے
 شیطان اُسکے خواب میں دُور رہے جو شخص ان راہوں پر چلیگا جو رحمانی راہیں ہیں خود شیطان
 اُس سے دُور رہیگا

اب اگر یہ سوال ہو کہ جبکہ شیطان کے دخل سے کھلی امن نہیں تو ہم کیونکر اپنی خوابوں پر بھروسہ
 کر لیں کہ وہ رحمانی ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ ایک خواب کو ہم رحمانی سمجھیں اور دراصل وہ شیطانی ہو۔ اور
 یا شیطانی خیال کریں اور دراصل وہ رحمانی ہو تو اس ہم کا جواب یہ ہے کہ رحمانی خواب اپنی شوکت اور
 برکت اور عظمت اور نورانیت سے خود معلوم ہو جاتی ہے۔ جو چیز پاک چشمہ سے نکلی ہے وہ پاکیزگی اور
 نضو شبو اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور جو چیز ناپاک اور گندے پانی سے نکلی ہے اُس کا گند اور اُس کی بدبو
 فی الفور آجاتی ہے۔ سچی خوابیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ایک پاک پیغام کی طرح ہوتی ہیں۔
 جن کے ساتھ پریشان خیالات کا کوئی مجموعہ نہیں ہوتا اور اپنے اندر ایک اثر ڈالنے والی قوت
 رکھتی ہیں اور دل ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں اور رُوح گواہی دیتی ہے کہ یہ صحاب اللہ ہے۔ کیونکہ
 اُس کی عظمت اور شوکت ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتی ہے اور بسا اوقات
 ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سچی خواب دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کے کسی مجلسی کو بطور گواہ
 ٹھہرانے کے وہی خواب یا اُس کے کوئی ہم شکل دکھلا دیتا ہے۔ تب اُس خواب کو دوسرے کی
 خواب سے قوت مل جاتی ہے۔ سو بہتر ہے کہ آپ کسی اپنے دوست کو رفیق خواب کر لیں جو صلاحیت

اور تقویٰ رکھتا ہو اور اُسکو کہیں کہ جب کوئی خواب دیکھے لکھ کر دکھلا دے اور آپ بھی لکھ کر دکھلا دیں۔
 تب اُمید ہو کہ سچی خواب آئیگی تو اُسکے کوئی اجزا آپکی خواب میں اور اُس رفیق کی خواب میں مشترک ہونگے
 اور ایسا مشترک ہوگا کہ آپ تعجب کرینگے۔ افسوس کہ اگر میرے روبرو آپ ایسا ارادہ کر سکتے تو میں
 غالب اُمید رکھتا تھا کہ کچھ اچھو بہ قدرت ظاہر ہوتا۔ میری حالت ایک عجیب حالت ہے بعض دن ایسے
 گذرتے ہیں کہ الہامات الہی بائش کی طرح برستے ہیں اور بعض پیشگوئیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک منٹ
 کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور بعض مدت دراز کے بعد پوری ہوتی ہیں صحبت میں رہنے والا محروم
 نہیں رہ سکتا کچھ نہ کچھ تائید الہی دیکھ لیتا ہے جو اسکی بار یک بین نظر کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اب میں متواتر
 دیکھتا ہوں کہ کوئی امر ہو بیو الہی۔ میں قطعاً نہیں کہہ سکتا کہ وہ جلد یا دیر سے ہوگا مگر آسمان پر کچھ طیارے
 ہو رہے ہوتے خدا تعالیٰ برظنون کو ملزم اور رسوا کرے۔ کوئی دن یارات کم گذرتی ہے جو مجھ کو اطمینان
 نہیں دیا جاتا۔ یہی خط لکھتے لکھتے یہ الہام ہوا یعنی الحق و یکشف الصدق و یخسر الخاسر من۔
 یا فی تصدق الانبیاء و امرک یتانی۔ ان ربک فعال لما یوید۔ یعنی حق ظاہر ہوگا اور صدق کھل
 جائیگا اور جنہوں نے بدلتیوں سے زبان اٹھایا وہ ذلت اور رسوائی کا زبان بھی اٹھائیگی۔ نبیوں کا
 چاند آئیگا اور تیرا کام ظاہر ہو جائیگا۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کب ہوگا اور
 جو شخص جلدی کرتا ہے خدا تعالیٰ کو اسکی ایک ذرہ بھی پرہیز نہیں ہے۔ وہ غمی ہے۔ دوسرے کا محتاج نہیں۔
 اپنے کاموں کو حکمت اور مصلحت سے کرتا ہے اور ہر یک شخص کی آزمائش کر کے پیچھے سے اپنی تائید دکھلاتا ہے
 اگر پہلے سے نشان ظاہر ہوتے تو صبیح کبار اور اہلبیت کے ایمان اور دُوسرے لوگوں کے ایمانوں میں
 فرق کیا ہوتا۔ خدائے تعالیٰ اپنے عزیزوں اور پیاروں کی عزت ظاہر کرنے کیلئے نشان دکھلانے
 میں کچھ توقف ڈال دیتا ہے تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ خدائے تعالیٰ کے خاص بندے نشانوں کے محتاج
 نہیں ہوتے اور تا اُنکی فراست اور دُور بینی سب پر ظاہر ہو جائے اور اُنکے مرتبہ عالیہ میں کسی کو کلام نہ
 ہو حضرت مسیح علیہ السلام سے بہتر آدمی ادائیں میں اس پر خیال سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے کہ آپنے
 ان کو کوئی نشان نہیں دکھلایا۔ ان میں سے بارہ قائم رہے اور بارہ میں سے پھر ایک مرتد ہو گیا اور
 جو قائم رہے انہوں نے آخر میں بہت سے نشان دیکھے اور عند اللہ صادق شمار ہوئے۔
 مگر میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک میری صحبت میں آجائیں تو مجھے یقین ہے

کہ میرے قرب و جوار کا اثر آپ پر پڑے اور اگرچہ میں عہد کے طور پر نہیں کہہ سکتا مگر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ کچھ ظاہر ہو گا جو آپ کو کھینچ کر یقین کی طرف لیجا لینگا اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ہونی والا ہے مگر ابھی خدا تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ سے دو گروہ بنانے چاہتا ہے۔ ایک وہ گروہ جو نیک ظنتی کی برکت سے میری طرف آتے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ گروہ جو بد ظنتی کی شامت مجھ سے دور پڑتے جاتے ہیں۔

اور میں نے آپ کے اس بیان کو افسوس کے ساتھ پڑھا جو آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر قیل و قال سے فیصلہ نہیں ہو سکتا میں آپ کو ازراہ تو دو دو مہربانی و رحم اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اکثر فیصلے دنیا میں قیل و قال سے ہی ہوتے ہیں یہاں تک کہ صرف باتوں کے ثبوت یا عدم ثبوت کے لحاظ سے ایک شخص کو عدالت نہایت اطمینان کے ساتھ چھانسی دے سکتی ہے اور ایک شخص کو تمہمت فحش سے بری کر سکتی ہے۔ واقعات کے ثبوت یا عدم ثبوت پر تمام مفدمات فیصلہ پاتے ہیں کسی فریق سے یہ سوال نہیں ہوتا کہ کوئی اسماعانی نشان دکھلا دے تب ڈگری ہوگی یا فقط اس صورت میں مقدمہ دیکھیں ہو گا کہ جب مدعا علیہ سے کوئی کرامت نہ ہو میں آئے۔ بلکہ اگر کوئی مدعی بجائے واقعات کے ثابت کرنے کے ایک سٹونی کا سانپ بنا کر دکھلا دے یا ایک کانڈ کا کبوتر بنا کر عدالت میں اڑائے تو کوئی حاکم صرف ان وجوہات کے رُو سے اسکو ڈگری نہیں دے سکتا جہتک باقاعدہ صحت دعویٰ ثابت نہ ہو اور واقعات پر کھے نہ جائیں۔ پس جس حالت میں واقعات کا پرکھنا ضروری ہے اور میرا یہ بیان ہے کہ میرے تمام دعویٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور اولیاء گذشتہ کی پیشگوئیوں سے ثابت ہیں اور جو کچھ میرے مخالف تاویلات سے اصل مسیح کو دوبارہ دنیا میں نازل کرنا چاہتے ہیں نہ صرف عدم ثبوت کا داغ ان پر ہے بلکہ یہ خیال محال بہ بدہمت قرآن کریم کی خصوصیتینہ سے مخالف پڑا ہوا ہے اور اسکے ہر ایک پہلو میں اس قدر مفساد ہے اور اس قدر خرابیاں ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ان سب کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر پھر اس کو بدیہی البطلان نہ کہہ سکے تو پھر ان حقائق اور معارف اور دلائل اور راہیں کو کیونکر فضل قیل و قال کہہ سکتے ہیں قرآن کریم بھی تو بظاہر قیل و قال ہی ہے جو عظیم الشان معجزہ اور تمام معجزات سے بڑھ کر ہے معقولی ثبوت تو اول درجہ پر ضروری ہوتے ہیں بغیر اسکے نشان ہیج ہیں۔ یاد رہے کہ جن ثبوتوں پر مدعا علیہ کو عدالتوں میں سزائے موت دی جاتی ہے وہ ثبوت ان ثبوتوں سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں جو قرآن اور حدیث اور اقوال اکابر

اور اولیاء کرام سے میرے پاس موجود ہیں مگر غور سے دیکھنا اور مجھ سے سننا شرط ہے۔

میں نے ان ثبوتوں کو صفائی کے ساتھ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے اور دکھول کر دکھلایا ہے کہ جو لوگ اس انتظار میں اپنی عمر اور وقت کو کھوتے ہیں کہ حضرت مسیح پھر اپنے خاکی قالب کے ساتھ دنیا میں آئیں گے وہ کس قدر منشاء کلام الہی سے دور جا پڑے ہیں اور کیسے چاروں طرف کے فسادل اور خرابیوں نے انکو گھیر لیا ہے میں نے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور دجال کا بھی۔ لیکن جس طرز سے قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا ہے وہ صحیح اور درست ہے تاکہ سب مسیح موعود سے مراد کوئی قیل مسیح لیا جائے جو اسی امت میں پیدا ہو۔ اور نیز دجال سے مراد ایک گروہ لیا جائے اور دجال خود گروہ کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے مخالفوں نے بڑی ذلت پہنچانے والی غلطی اپنے لئے اختیار کی ہے گویا قرآن اور حدیث کو یکطرف چھوڑ دیا ہے وہ اپنی نہایت درجہ کی بلاہمت سے اپنی غلطی پر متذہب نہیں ہوتے اور اپنے موٹے اور سطحی خیالات پر مغرور ہیں۔ مگر انکو شرمندہ کرنا والا وقت نزدیک آتا جاتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ میرے اس خط کا آپ کے دل پر کیا اثر پڑے گا مگر میں نے ایک واقعی نقشہ آپ کے سامنے کھینچ کر دکھلا دیا ہے۔ ملاقات نہایت ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لادیں۔ انشاء اللہ القدر آپ کیلئے بہت مفید ہوگا۔ اور جو بٹہ سفر لیا جاتا ہے وہ عند اللہ ایک قسم عبادت کے ہوتا ہے۔ اب دعا ختم کرنا ہوں آید کہ اللہ من عندہ درحکمہ فی الدنیا والآخرۃ۔ والسلام

خاکسار

(دہم دسمبر ۱۸۹۲ء)

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ